مؤذنِ رسولؐ بلالؓ کا صحیح لہجہ اور تلفظ

(حبیب ریحان ندوی لیکچرار اسلامک انسٹی ٹیوٹ، البیضاء لیبیا)

حضرت بلالؓ[1] رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے اور دائمی مؤذن تھے (دوسرے بعض مؤذن بھی تھے جن کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا) اور اذان کیوں کہ ایک شرعی اور تعبدی فعل ہے اس لئے اس کے لئے کسی ایسے ہی شخص کا انتخاب و تقرر شرعاً و عقلاً درست ہے جو اس شرعی فعل کو باتم و احسن وجوہ پورا کر سکے۔ اور جس کی زبان میں لکنت، عجمیت، غلطی اور لحن نہ ہو اور حقیقتِ حال بھی یہی ہے کہ حضرت بلالؓ خوش الحان، شیریں زبان اور فصیح الکلمات تھے۔ لیکن اس حقیقتِ عقلیہ و شرعیہ و تاریخیہ کے باوجود اکثر و بیشتر یہ جملہ عوام کی زبان سے سنا جاتا ہے کہ "بلالؓ اشہد کے شین کو اسہد سین سے تلفظ فرماتے تھے"۔ عوام کی سنی سنائی باتوں کی توضیح و تحقیق و تغلیط کہاں تک کی جائے کہ اسلامی زندگی میں عقیدہ و اعمال اور موت و حیات سے متعلق کتنے گوشوں میں غلط عقیدے، فاسد نظریات، بے بنیاد اور ضعیف کہانیاں، من گھڑت اور موضوع افسانے رائج ہو چکے ہیں، بہرحال ان کی اصلاح شرعاً ضروری ہے

---

[1] بلالؓ بن رباح مؤذن رسولؐ تھے، اذان کا منصب انتہائی عظیم شرف اور فضیلت ہے، اسلام کیوں کہ نسلی ـــــ تفوق و پندار کی بنیاد پر قائم نہیں بلکہ حسن نیت و حسنِ عمل ہی اسلام میں رفع درجات کا موجب ہے، اس لئے اسلام نے اذان کا منصب بلالؓ کو عطا فرمایا تاکہ ساری دنیا میں یہ اعلان ہو جائے کہ حبشی ہو یا رومی فارسی ہو یا عربی سب شعائر اسلام کو ادا کرنے کے مجاز اور پابند ہیں۔ اور یہ مستشرقین یورپ کے علی الرغم عالمی دین اور بین الاقوامی مذہب ہے، صرف عربوں کا (باقی صفحہ ۳۹۰ پر

لیکن جب کوئی غلط بات یا موضوع قصہ تحریری شکل میں آجائے تو اس کی تصحیح واجب اور فرض کا درجہ رکھتی ہے۔ بلکہ ایسی بات کو تصحیح اور تردید کا حاشیہ لگائے بغیر چھاپنا بھی شرعی مصلحت کے خلاف ہے مشہور دینی ہفت روزہ "صدق جدید" میں جناب عبدالرحیم خاں صاحب حیدرآبادی کے ایک مضمون میں یہ جملہ نظر سے گذرا "واضح ہو حضرت بلال (موذن رسول اللہ) شین کو سین پڑھتے تھے" [1] اس واضح خیال کی تردید میں صدق میں کوئی حاشیہ بھی نہیں لکھا گیا، بہر حال راقم نے اس واضح خیال کی توضیح بلکہ تردید

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۰) دین نہیں ہے۔ بلال رضی کی آواز اچھی اور بلند بھی تھی اور ساتھ ہی ساتھ وہ ان چند نفوس میں سے تھے جنھوں نے اسلام کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہا، بلال غلام تھے اور اسلام قبول کرنے کے جرم میں ان کو ایسی سخت سزائیں دی گئیں جن کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن بلال کی زبان احد احد کے دلربا نغمہ ہی میں محو رہی، صدیق اکبر رض نے آپ کو خرید لیا اور خدا کے لئے آزاد کر دیا۔ فاروق اعظم رض کا قول ہے کہ ابوبکر ہمارے سید (سردار) ہیں اور انھوں نے ہمارے سید کو آزاد کیا ہے، ہجرت کے بعد جب مدینہ میں اذان مقرر ہوئی تو حضور ص نے بلال رض کو اس کا حکم دیا اور حضور ص کی وفات تک آپ یہ خدمت انجام دیتے رہے، مدفن سے پہلے بھی اذان دی جسد اطہر کے دفن کے بعد خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر رض سے انھوں نے کہا اگر آپ نے مجھے خدا کے لئے آزاد کیا ہے تو اب مجھے اذان کی خدمت سے معاف کر دیجئے میں کسی کے لئے حضور ص کے بعد اذان نہیں دینا چاہتا، خلیفہ نے ان کی درخواست منظور کر لی، پھر فضیلت جہاد کی وجہ سے آپ شام چلے گئے۔ شام میں حضرت عمر رض کی درخواست پر ایک بار آپ نے اذان دی تھی تو اصحاب رسول اللہ ص کو رسول پاک ص کا زمانہ یاد آ گیا تھا۔ حضور ص نے فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ کی چھت پر اذان دینے کا حکم بھی بلال رض ہی کو دیا تھا، عیدین اور استسقا کے موقع پر حضور ص کا نیزہ لے کر بھی آپ ہی چلتے تھے، بلال حبشی رض نے ایک عربی لڑکی سے شادی کی اور فضیلت اسلام کی وجہ سے لڑکی والوں نے انہیں قبول کیا، حضور ص کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی سنہ ۲۰ھ میں دمشق میں انتقال ہوا۔

[1] صدق جدید مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۷۳ء

علمی طریقے پر ضروری سمجھی کیوں کہ اس میں ایک خلاف واقعہ بات بھی تھی جو علمی اسلوبِ بحث کے خلاف ہے نیز رسول اللہ کے صحابی جلیلؓ پر ایک غلط اتہام بھی ہے جس کی صفائی صحابہ سے محبت کرنے والے کا فرض ہے ۔ زیرِ غور مسئلہ یعنی حضرت بلالؓ کا شین کی جگہ پر سین تلفظ کرنا، علمائے فن حدیث سے پوشیدہ نہیں رہ سکا، انھوں نے موضوع حدیثوں کی کتابوں میں اس سلسلے کی دو حدیثیں بیان کی ہیں؟ اور صراحت کے ساتھ انہیں موضوع بتایا ہے، ان دونوں کی قدرے تفصیل ہم کریں گے ۔

ملا علی قاری کی رائے | شیخ ملا علی قاری[۱] (متوفی ۱۰۱۴ھ) اپنی مختصر کتاب "الموضوعات الصغری" میں حدیث نمبر ۵ کے ماتحت لکھتے ہیں ۔

حدیث ۔ ان بلالا کان یبدل الشین فی الاذان سینا لیس لہ اصل[۲]

اس حدیث کی کہ بلال اذان میں شین کو سین سے بدل دیا کرتے تھے کوئی اصل نہیں ہے ۔

محدثین کی اصطلاح میں لا اصل لہٗ کا مفہوم | اگر علمائے فن حدیث و اسناد "لا یصح" "لا یثبت" "لیس بصحیح" وغیرہ جیسے الفاظ کتب احادیث الاحکام میں استعمال کرتے ہیں، تو اس سے مراد اصطلاحی صحت کی نفی ہوتی ہے، جیسے امام بخاری اور دوسرے محدثین کتب احکام نے کی ہے، یعنی محدثین کی اصطلاح میں صحیح کی جو تعریف ہے وہ اس پر صادق نہیں آتی، ہاں حدیث حسن یا ضعیف ہو سکتی ہے لیکن اس سے مراد موضوع نہیں ہوتی ۔ لیکن اس کے برعکس جب محدثین موضوعات کی کتابوں میں یہ یا اس سے مشابہ الفاظ

---

[۱] نورالدین بن محمد بن سلطان الحرمی المکی، ملا علی قاری کے نام سے شہرت ہوئی۔ ملا ہبکنی سید مخدوم فقیہہ وعالم، ہراۃ میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم پائی پھر مکہ رحلت کی اور وہاں کے شیوخ مثلاً ابی الحسن البکری اور ابن حجر ہیتمی سے اخذ کیا، وفات ۱۰۱۴ھ میں ہوئی، آپ کی تصنیفات سو سے زیادہ ہیں جن میں سے اکثر کتابوں کے خلاصے ہیں، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، توحید ہر موضوع پر آپ نے لکھا ہے، سخت حنفی تھے، مخالفین کی زبان میں غالیا غلو کی حد تک حنفی المذہب تھے ۔

[۲] المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، المعروف بالموضوعات الصغری مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب، سوریا، صفحہ ۳۰ ۔

یہ لئے ہیں تو اس سے مراد نفی حقیقی ہوتی ہے یعنی یہ کہ یہ حدیث موضوع ہے، اور اس میں صحت کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے (یہ موضوع اصطلاحی ہے) اور بعض محدثین نے اس فرق کو ملحوظ نہ رکھنے سے موضوع احادیث کے باب میں بڑی پریشانی اٹھائی ہے، جس کی تفصیل خارج از بحث ہے)

ملا علی قاری نے موضوعات صغریٰ ہی میں دوسری حدیث نمبر ۱۵۹ کے ماتحت اس طرح لکھی ہے۔

حدیث سین بلال عند اللہ شین' قال ابن کثیر لیس له اصل ۱؎ — یہ حدیث کہ بلال کا سین اللہ کے نزدیک شین ہے ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

موضوعات کبریٰ میں | ملا علی قاری نے اپنی دوسری کتاب موضوعات کبریٰ میں بھی اس دوسری حدیث کو نمبر ۲۲۹ کے ماتحت صفحہ ۲۲۱ پر نقل کیا ہے، اور انہیں الفاظ میں نقل کیا ہے جو پہلے لکھے جا چکے۔ اور پہلی حدیث کو نمبر ۱۹۰ کے ماتحت ہو بہو انھیں الفاظ میں نقل کیا ہے جو لکھے جا چکے ہیں، پھر رقم طراز ہیں کہ مزیؒ ۲؎ نے برہان السفاقسیؒ ۳؎ سے نقل کیا ہے کہ انّہ اشتہر علی السنہ العوام ولم نرہ فی شیئ من الکتب ۴؎ یبات عوام

۱؎ ایضاً ۲ ۔ (مطابق حاشیہ صفحہ ۲/۳)

۲؎ یوسف بن عبدالرحمٰن بن یوسف ابوالحجاج جمال الدین بن زکی ابی محمد القضاعی الکلبی المزی، ۶۵۴ھ ہجری میں حلب میں پیدا ہوئے۔ دمشق کے نواحی مزہ میں تربیت پائی، دمشق میں ۷۴۲ھ ہجری میں وفات پائی۔ اپنے عصر میں شام کے محدث تھے، حدیث کے حفاظ کبار میں سے تھے، لغت کے ماہر بھی تھے، فن حدیث سے متعلق متعدد کتابیں لکھیں، حافظ ابوعبداللہ ذہبی کا قول اس طرح وارد ہوا ہے "سب سے زیادہ حفاظ حدیث میں نے چار دیکھے، ابن دقیق العید ان میں افقہ الحدیث تھے، دمیاطی انساب کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ ابن تیمیہ متن حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے، اور مزی رجال حدیث (سند) کے سب سے بڑے عالم تھے۔

۳؎ ابراہیم بن محمد السفاقسیؒ (بضم القاف) ابواسحاق برہان الدین، پیدائش ۶۹۷ھ وفات ۷۴۲ھ مالکی فقیہ تھے، بجایہ میں علم حاصل کیا، پھر حج کیا اور علمائے مصر و شام سے استفادہ کیا، مدتوں فتویٰ اور تدریس کی خدمت انجام دی، ان کی مشہور تصنیفات میں "المجید فی اعراب القرآن المجید" اور "شرح ابن الحاجب" ہے

۴؎ [illegible] الموضوعات الکبریٰ [illegible] بیروت صفحہ ۱۲۱ -

کی زبانوں پر مشہور ہے لیکن ہم نے اس کو کسی بھی کتاب میں نہیں دیکھا۔

عصرِ تدوینِ حدیث کے بعد اب کوئی نئی حدیث نہیں

جو حدیث بھی حفاظِ حدیث کے سینوں میں یا پھر تدوینِ حدیث کے بعد ان کے سینوں میں موجود نہ ہو وہ یقیناً موضوع ہے۔ مزّی خود بھی حفاظِ حدیث میں ہیں، ان کے علم میں نہ ہونا بھی موضوع ہونے کی دلیلوں میں سے ایک ہے، کیوں کہ کوئی معتد بہ اور ثقہ حافظ اگر یہ کہے کہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا، عصرِ تدوین و استقراءِ حدیث کے بعد (عصرِ صحابہ و تابعین میں یہ ممکن ہے کہ کسی حدیث کی خبر دوسرے کو نہ ہو) اور اس پر کسی دوسرے حافظ نے تعقیب نہ کی ہو، تو وہ بلاشبہ موضوع ہے جیسے کہ یہ قصہ، پھر مزّی جیسے حافظِ حدیث کا یہ قول کہ کسی حدیث کی کتاب میں ہم نے اسے نہیں پایا اس بات کے لئے حجت کامل ہے کہ یہ موضوع ہے۔

سخاوی کا قول

شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاویؒ[1] نے مقاصدِ حسنہ میں پہلی حدیث کو نمبر ۲۲۱ کے ماتحت نقل کیا ہے اور برہان سفاقسی کا وہی قول نقل کیا ہے جو اوپر لکھا جا چکا ہے[2] پھر نمبر ۵۸۲ کے ماتحت سین بلال عند اللہ شین والی حدیث بھی بیان کی ہے، اور پھر ابن کثیرؒ[3] کا قول بھی نقل کیا ہے[4]، اس کے بعد لکھتے ہیں،

---

[1] محمد عبدالرحمٰن بن شمس الدین السخاوی، مصر کے ایک دیہات "سخا" کے رہنے والے تھے، ولادت قاہرہ میں ۸۳۱ھ میں اور وفات مدینہ میں ۹۰۲ھ میں ہوئی، مورخ حجہ تھے، تفسیر، حدیث اور ادب کے عالم تھے، عالمِ اسلامی کے طویل سیاحت و زیارت کی، تقریباً دو سو کتابوں کے مولف ہیں، سب سے مشہور کتاب "الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع" بارہ حصوں میں ہے۔

[2] المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ للناس، مطبوعہ مکتبہ الخانجی، صفحہ ۱۲۲

[3] اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر، عماد الدین، ابوالفداء، پیدائش ۷۰۱ھ میں بصری، شام میں اور وفات ۷۷۴ھ میں دمشق میں ہوئی، قرآن و حدیث اور نحو پر عبور تھا، حفاظِ حدیث میں اہم مقام ہے، مورخین کی صفِ اول میں سمجھے جاتے ہیں، مفسرین کے زمرہ میں بھی آتے ہیں، فقیہ بھی تھے، متعدد شیوخ سے استفادہ کیا، ابن تیمیہ بھی آپ کے شیخ تھے، مصر و حجاز کے سفر بھی آپ نے کیے تھے، مشہور تالیفات میں تفسیر ابن کثیر اور البدایہ والنہایہ ہیں نیز حدیث کی متعدد کتابیں بھی مطبوعہ و مخطوطہ ہیں۔ [4] ص ۱۵۲ ابن کثیر کا یہ قول نقل کیا ہے "انّہ لیس لہ اصل ولا یصح" اس کی کوئی اصل (حقیقت) نہیں اور یہ صحیح نہیں ہے۔

ولكن اورده الموفق بن قدامة في المغني بقوله روي ان بلال كان يقول اسهد يجعل الشين سينا والمعتمد الاول وقد ترجمه غير واحد بانه كان لدئ (اندى) الصوت حسنه وفصيحه وقال النبي صلى الله عليه وسلم لعبد الله بن زيد صاحب الرؤيا القه عليه اي على بلال فانه اندى صوتا منك ولو كانت فيه لثغة لتوفرت الدواعي على نقلها ولعابها اهل النفاق والضلال المجتهدين في التنقيص لاهل الاسلام [1]

لیکن موفق ابن قدامہ نے مغنی میں یہ بیان کیا ہے کہ یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ بلال اشہد کے شین کو سین کر لیتے تھے، لیکن پہلی بات ہی معتبر ہے کیونکہ ان کے ترجمہ (سوانح) میں ایک سے زیادہ نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کی آواز بلند، اچھی اور فصیح تھی اور نبی صاحب نے صاحب رویا عبداللہ بن زیدؓ سے فرمایا کہ ان پر یعنی بلالؓ پر الفاظ اذان کی تلقین کرو کہ وہ تم سے زیادہ بلند اچھی اور شیریں آواز والے ہیں اور اگر ان میں لحن ہوتا تو اس بات کے اسباب متوفر تھے کہ اس کو نقل کیا جاتا اور اہل نفاق وضلال جو اہل اسلام کی تنقیص کی پوری کوشش کرتے ہیں وہ عیب جوئی کے ساتھ اسکو ضرور بیان کرتے۔

ندی و أندی کا مفہوم

ابن قدامہ کے قول پر جرح ان کی اصل کتاب کی طرف رجوع کرنے کے بعد اگلے صفحے میں کی جائے گی یہاں مختصر طور پر تین چیزیں بیان کرنا ضروری ہیں جن سے عبارت کی توضیح ہو گئی، پہلی بات تو یہ کہ کتاب میں مطبعی غلطی کی وجہ سے ندی کی جگہ لدی لکھا ہوا تھا، علمی امانت کے طور پر اسے باقی رہنے دیا گیا ہے لیکن بریکٹ میں اس کی تصحیح، عبارت کی اگلی سطروں اور حدیث و تراجم کی کتابوں کی روشنی میں کر لی گئی ہے، دوسری بات یہ کہ ندی اور اندی کے معنی اردو، عربی یا مختصر عربی لغات میں بلند آواز یا دور جانے والی آواز ہی کیے گئے ہیں۔ میں نے ترجمے میں وہ معنی لکھے ہیں جو مراجع میں موجود ہیں، یعنی بلند آواز کے علاوہ آواز کی اچھائی اور

---

[1] المقاصد الحسنہ صفحہ ۱۴۷۔

اور شبیر بنی بھی، ابن منظور جمال الدین ابن مکرم[ل] کا ایک قول شاہد کے لئے پیش کرتا ہوں

وفی حدیث الاذان انہ اندی صوتا	اذان کی حدیث میں ہے اندی صوتا یعنی اونچی
ای ارفع و اعلیٰ وقیل احسن واعذب	اور بلند اور کہا گیا اچھی، شیریں اور دور جانے والی
وقیل ابعد	

اور عقلی و شرعی دونوں طریقوں پر یہ بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ یہ سارے ہی لغوی معنی حضرت بلال رض کی آواز میں موجود تھے، کیوں کہ حضور ؐ کا انتخاب نماز کے اعلان اور اس تعبدی فعل کے لئے کسی ایسے شخص کا سمجھ میں نہیں آتا جس کی صرف آواز بلند ہو لیکن تلفظ صحیح نہ ہو اور لکنت و عجمیت پوری طرح ظاہر ہو

لثغ کے لغوی معنی | تیسری بات یہ کہ لثغ کا ترجمہ اختصار کی غرض سے راقم نے لحن کر لیا، یعنی غلطی و عجمیت، لثغ کے معنی کی حقیقت یہ ہے کہ زبان سے ایک حرف کے بجائے دوسرا حرف نکلے اور صحیح طور پر الفاظ ادا نہ ہو سکیں۔ اس کے معنی بھی ہمیں ابن منظور کی مدد سے حل کرنے پڑیں گے۔ ملاحظہ ہوں۔

اللثغۃ ان تعدل الحرف الی حرف غیرہ	لثغہ یہ ہے کہ حرف کو دوسرے حرف سے بدل لیا جائے۔
والالثغ الذی لا یتکلم بالراء وقیل ھو الذی	الثغ وہ ہے جو رہ نہ بول سکے یا را سے غ سے بدل دے
یجعل الراء غینا او لاما او یجعل الراء فی	یا ل سے، یا رکو اپنی زبان کی نوک سے ادا کرے یا اس
طرف لسانہ او یجعل الصاد فاء وقیل ھو الذی	کو ف بنا دے، اور کہا گیا ہے کہ وہ جس کی زبان س
یتحول لسانہ عن السین الی الثاء وقیل ھو الذی	سے ث کی طرف پھر جائے، اور کہا گیا ہے کہ وہ جو بھاری
لا یتم رفع لسانہ فی الکلام وفیہ ثقل وقیل	پن کی وجہ سے گفتگو میں زبان کو اونچا نہ کر سکے، اور کہا گیا
ھو الذی لا یبین الکلام وقیل ھو الذی	ہے کہ وہ واضح کلام نہ کر سکے اور کہا گیا ہے کہ وہ جس کی

[ل] محمد بن مکرم بن علی، ایک قول یہ ہے کہ رضوان بن احمد ابی القاسم بن حقہ بن منظور الانصاری الافریقی المصری جمال الدین ابو الفضل پیدائش ۶۳۰ھ وفات ۷۱۱ھ، لغت کی مشہور کتاب "لسان العرب" کے مولف جس میں لغت کی کتابوں تہذیب محکم صحاح جمہرہ نہایہ گویا سب کو جمع کر دیا گیا ہے، آپ عالم و ادیب و فقیہ بھی تھے، کئی طویل کتابوں کی تلخیص بھی کی، طرابلس کا منصب قضا بھی سنبھالا۔ سیوطی نے لکھا ہے کہ "وعندہ تشیع بلا رفض" ان کا میلان تشیع کی جانب تھا لیکن رافضی نہیں تھے یعنی غیر متعصب تھے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رض اور خصوصاً شیخین ابوبکر و عمر رض کے ناموں اور اقوال و آثار کو انتہائی ادب کے ساتھ نقل کرتے ہیں بلکہ حجت اور دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

قصر لسانه من موضع الحرف ولحق موضع أقرب الحروف من الحرف الذي يعثر لسانه[1]	زبان اصل حرف تک پہنچنے سے قاصر رہا اور اس حرف سے جو زیادہ قریب حرف ہے اس سے مل جائے

<u>عجلونی کی توضیح</u> شیخ محمد العجلونی الجراحی متوفی ۱۱۶۲ھ نے کشف الخفا میں حدیث نمبر ۱۶۹۵ کے ماتحت پہلی حدیث بیان کی ہے اور پھر اس طرح لکھا ہے۔

قال في الدرر لم يرد في شيء من الكتب وقال القاري ليس له أصل، وقال البرهان السفاقسي نقلا عن الإمام المزي انه اشتهر على ألسنة العوام ولم يرد في شيء من الكتب[2]	دُرر میں کہا ہے کہ یہ کسی کتاب میں نہیں اور ملا علی قاری نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور برہان سفاقسی نے امام مزی سے نقل کیا ہے کہ یہ عوام الناس کی زبان پر گو مشہور ہو گئی ہے لیکن کسی بھی کتاب میں اس کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

پھر سین بلال عند اللہ شین والی حدیث نمبر ۱۵۲۰ کے ماتحت بیان کی ہے اور ابن کثیر کا قول نقل کرنے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی فصیح الکلامی اور عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی اذان کا قصہ اور اہل نفاق کی عیب جوئی اور اہل حدیث

---

[1] لسان العرب، جلد ۱۰، صفحہ ۴۳۲، مادہ لثغ

[2] اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی الجراحی العجلونی الدمشقی، عجلون میں ۱۰۸۷ھ میں پیدا ہوئے اور دمشق میں ۱۱۶۲ھ میں وفات ہوئی اپنے زمانہ میں شام کے محدث تھے، کشف الخفا کے علاوہ بخاری کی شرح الفیض الجاری کے نام سے لکھی جو مکمل نہیں ہوئی۔ [3] کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، جلد اول، صفحہ ۴۳۳ [4] عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ وہ صحابی جنہیں اذان کے کلمات خواب میں القا ہوئے تھے اور انھوں نے آکر رسول پاک کو اطلاع دی تھی، آپ ان معدودے چند صحابہ میں سے تھے جو اسلام سے قبل عربی کتابت جانتے تھے، آپ انصاری تھے اور بیعت عقبہ ثانیہ میں بیعت کی تھی تمام غزوات میں حضور کے ساتھ شرکت کی فتح مکہ میں بنو حارث بن خزرج کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا [illegible] میں ۶۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا اور آپ کی حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ [5] کشف الخفا جلد اول صفحہ ۴۲۳-۴۲۵

کے بیان کرنے کی خصوصیت پر معمولی الفاظ کی تغیر کے ساتھ وہی نقل نقل کیا ہے جو ہم سخاوی سے نقل کر چکے ہیں پھر لکھتے ہیں :۔

وقال العلامہ ابراہیم الناجی واشہد باللہ ان سیدی بلالاً ما قال اسہد بالسین المھملۃ قط کما وقع لموفق الدین ابن قدامہ وتعلہ ابن اخیہ الشیخ ابوعمر شمس الدین فی شرح کتاب المقنع ورد علیہ الحفاظ کما بسطتہ فی ذکر موذنیہ بل کان من افصح الناس واندا ھم صوتا [1]

اور علامہ ابراہیم ناجی نے کہا میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرے آقا بلال نے اسہد سین مہملہ یعنی غیر منقوطہ سین کے ساتھ کبھی نہیں کہا جیسا کہ غلط طور پر یہ شبہ ابن قدامہ کو واقع ہوا اور انھوں نے اس کو لکھا اور ان کے بھتیجے شیخ ابوعمر شمس الدین نے کتاب کی شرح مقنع میں ان کی تقلید کی اور اس بات کی حفاظ حدیث نے تردید کر دی ہے جس کی تفصیل میں حضور کے موذنوں کے تذکرہ میں بیان کر چکا ہوں بلکہ بلال لوگوں میں فصیح تر اور آواز کے اعتبار سے سب سے اچھے تھے۔

ابن قدامہ کا استدلال | المغنی[2] کی طرف رجوع کرنا میرے لئے علمی طور پر واجب ہو گیا، راقم نے باب الاذان میں

---

[1] کشف الخفاء جلد اول صفحہ ۲۴۹ - ۲۶۵ - [2] عبداللہ احمد بن محمد بن قدامہ، ۵۴۱ھ میں جماعیل میں پیدا ہوئے دس سال کی عمر میں اہل خانہ کے ہمراہ دمشق میں آئے، قرآن پڑھا اور مختصر خرقی (فقہ حنبلی کی کتاب) حفظ کی اپنے والد اور ابو المکارم سے تعلیم حاصل کی پھر بغداد آئے اور متعدد علماء سے سماعت کی جن میں عبدالقادر جیلانی بھی تھے پھر مکہ میں سماعت کی، مذہب، اختلافات اور اصول میں مہارت پیدا کی پھر بغداد میں چار سال مقیم رہے پھر دمشق واپس آئے، دوبارہ بغداد آئے اور آخر کار دمشق واپس آ کر اپنی مشہور آفاق کتاب " المغنی فی شرح الخرقی " لکھی جو فقہ حنبلی میں بلند پایہ مرجع ہے، آپ زاہد تھے، دنیا سے کنارہ کش تھے، زہد کی وجہ سے علم کتاب و سنت سے کنارہ کش نہیں ہو گئے تھے، نرم خو حسن اخلاق کے پیکر مساکین سے محبت کرنے والے، سخاوت آپ کا شعار تھا آپ کے چہرہ سے انوار کی بارش ہوتی تھی جو آپ کو دیکھتا تھا گویا صحابہ کرام کا اسے دیدار ہو

ایک مسئلہ کے تحت یہ بحث پائی ہے ابن قدامہ نے بیان کیا ہے کہ اذان میں لحن (یعنی تلفظ میں تغیر یا غلطی وغیرہ کے
متعلق کیا مسئلہ ہے، پھر اس کے دو جواب لکھے ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ اذان صحیح ہوگی کیونکہ اذان کا مقصود
(یعنی اعلان و اعلام) اس سے پورا ہوگیا اور دوسرا یہ کہ صحیح نہیں ہوگی۔ ملاحظہ ہو -

احدهما یصح لان المقصود یحصل منه فهو	ایک قول یہ کہ صحیح ہے کیونکہ اس سے مقصد حاصل
کغیر الملحن والآخر لا یصح لما روی الدار	ہوگیا اس لئے وہ ایسی ہی ہے جیسے غیر ملحن (اذان)
قطنی باسناده عن ابن عباس قال کان للنبی	دوسرا قول یہ کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ دارقطنی نے سند
مؤذن یطرب فقال رسول الله ان الاذان	کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی کا ایک
سهل سمح فان کان اذانک سهلا سمحا [1]	مؤذن مطربانہ آواز میں اذان دیتا تھا ان سے
والا فلا تؤذن [2]	رسول اللہ نے فرمایا، اذان آسان اور سادہ

ہونی چاہئے۔ پس اگر تمہاری اذان ایسی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اذان نہ دو —
(باقی آئندہ)

صفحہ سابق کا بقیہ حاشیہ لکھا ہے، یعنی متبع سنت تھے، قرآن تفسیر حدیث اور فقہ کے امام تھے،
سوانح میں لکھا ہے کہ "یقرأ فی اللیل والنہار سبعا من القرآن" یعنی رات اور دن میں قرآن کا ساتواں
حصہ تلاوت کرتے تھے' اور یہ رسول پاکؐ کی بیان کردہ اجازت ہے، مراد سات قرآن کی تلاوت نہیں جیسا
کہ بعض اولیاء اور بزرگوں کے متعلق دو، چار اور آٹھ قرآن دو زمانہ تک کی روایات تذکرہ اولیاء جیسی کتابوں
میں مذکور ہیں کیونکہ یہ روایتیں غیر مستند ہونے کے علاوہ غیر شرعی بھی ہیں۔ اختلافات قرآن سے متعلق بھی شرعی
تفصیلات اور علما کے اقوال اور فتوے ہیں یہاں ان کے بھی تذکرے ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں -

[1] المغنی لابن قدامہ، مطبوعہ مطبعۃ الامام، قاہرہ، جلد اول صفحہ ۳۶۵
امام بخاری نے باب رفع الصوت بالنداء - کتاب الاذان میں [illegible] کا یہ قول نقل کیا ہے جو اس
مؤذن سے کہا تھا "اذن اذانا سمحا والا فاعتزلنا"
[2] المغنی لابن قدامہ، مطبوعہ مطبعۃ الامام، قاہرہ، جلد اول صفحہ ۳۶۵ -